اور پھر دھیان میں لگ جاتا ہے۔ تب اسے دنیا کے سارے دکھ دکھائی نہیں دیتے اور وہ ہمیشہ کے لیئے کرموں کے بندھن سے چھٹکارا پانے کے قابل بن جاتا ہے بھگوان مہاویر نے گوشالا کو کئی دفعہ سمجھایا تھا۔ لیکن اس نے بھگوان کی نصیحت پر کان نہ دھرا تھا۔ اب اس نے محسوس کیا کہ جیون کو چمکانے کے لیئے۔ آتما کو ابھارنے کے لیئے دکھوں کا برداشت کرنا ضروری اور لازمی ہے۔ اس کو اب یقین ہو گیا۔ کہ دکھوں کی بھٹی میں پڑ کر ہی زندگی کے پھول میں مہک آ سکتی ہے

اب موسم برسات نزدیک آ گیا تھا۔ اور بھگوان مہاویر اس اپنے چھٹے چوماسہ میں اسی نگری بھدر کا پوری میں ٹھیرے۔ وہاں انہوں نے کئی قسم کے برت کئے اور پھر وہاں سے موسم برسات کے ختم ہونے پر وہار کر گئے۔

بھگوان مہاویر کا ساتواں چترماس

بھدر کا سے چل کر بھگوان مہاویر مگدھ دیش کو گئے اس دیش میں وہ قریب آٹھ ماہ تک گھومتے رہے۔ انجام کار وہ الیبھ کا نگری میں جا پہنچے اور اسی نگری میں ساتواں چوماسہ گذارا۔ اگرچہ تپسیا اور دھیان ان کا روز کا معمول تھا۔ تاہم بھگوان نے فیصلہ کیا کہ اس چوماسہ میں ایک ایک ماہ کا برت کیا جائے۔ اور ساتھ ہی مون دھارن کیا جائے بھگوان ایک ہی حالت میں کئی کئی دن اور رات دھیان اوستھا میں کھڑے رہتے تھے۔ اسطرح سے بھگوان نے یہ ساتواں چوماسہ بھی کٹھن تپسیا اور برتوں کے ساتھ گذارا۔ اور جب موسم برسات ختم ہو گیا۔ تو بھگوان نے وہاں سے وہار کیا۔

آٹھواں چترماس

اس وہار یعنی دورہ میں بھگوان بہت سے مقامات پر تشریف لے گئے اور

آخر کار ایک گاؤں میں پہنچے جس کا نام بہوشلی تھا۔ اس گاؤں کے نزدیک ایک جنگل تھا جس کو شالی بن کہتے تھے۔ بھگوان نے دیکھا کہ وہ جگہ بڑی ایکانت اور شانت ہے اور دھیان کے لئے بڑی موزوں ہے۔ اس لئے انہوں نے وہاں ٹھیرنے کا فیصلہ کیا۔ اور ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر دھیان میں لین ہو گئے۔

جہاں بھگوان کھڑے تھے وہاں سے کچھ فاصلہ پر گوشالک کچھ دوری پر بیٹھ گیا۔ وہ درخت جس کے نیچے بھگوان مہاویر دھیان کر رہے تھے۔ ایک ویتری کا نواس تھا جس کا نام شلا رما تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی پچھلے جنم میں اس کی آتما سے بھگوان کا کوئی ورودھ ہوا ہو گا۔ اس لئے اب وہ اس موقعہ کو غنیمت جانکر ان سے بدلہ لینا چاہتی تھی۔ اس نے بھگوان کے شریر پر کئی ضربات لگائیں ایک ایک کر کے وہ ضربیں لگائی یعنی جب ایک کا کوئی اثر بھگوان پر نہ ہوتا تو دوسری لگاتی اور پھر تیسری وقس علیٰ ہذا۔ اس طرح سے اس نے بھگوان کو بے شمار ناقابل برداشت دکھ دئے۔ لیکن بھگوان نے ان سب کو خوشی خوشی برداشت کیا۔ تاکہ باقی ماندہ کرموں کا جلد از جلد خاتمہ ہو سکے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ جو روپیہ قرض لیا جاتا ہے۔ وہ دیر سویر ادا تو کرنا ہوتا ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی ساہوکار کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے سر سے تمام قرضہ پاک نہ کر دے۔ اور ساتھ سود بھی ادا نہ کر دے۔ قاعدہ ہے کہ درشنی ہنڈی کا فوراً بھگتان ہونا چاہئے۔ جو ساہوکار درشنی ہنڈی کی ادائگی فوراً نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی ساکھ کھو بیٹھتا ہے۔ اور اس کی پینٹھ اٹھ جاتی ہے۔ اسی اصول کے مطابق بھگوان مہاویر بھی اپنے سابقہ جنموں کے کرموں کا پھل کھلے دل سے بھوگ رہے تھے۔ اور اس قرضہ کو فراخدلی سے بطور درشنی ہنڈی ادا کر رہے تھے کہ گویا وہ اسے کہہ رہے تھے کہ "ہاں ہاں جلدی کر جو بھی تو نے مجھ سے وصول کرنا ہے۔ جو بھی تجھے واجب الادا ہے۔ ایک ایک کوڑی لے لے۔ اور آج ہی کھاتہ بے باق کر۔ تاکہ پھر کوئی

بکھیڑا باقی نہ رہ جائے۔ جو اُپسرگ دے رہی ہے وہ مجھے اپنی منزل کے نزدیک لے جانے میں مدد دے رہے ہیں۔ چونکہ تیرا قرضہ ادا ہوا ہے اسلئے اس کے متعلق کوئی غم و غصہ بھی نہیں ہے۔ اور نہ ہی تیرے خلاف کوئی ناراضگی ہے

آخرکار وہ دیتری جو غلط راہ پر چل رہی تھی۔ ہار تھک کر بھگوان کے قدموں پر آگری۔ بھگوان کی شانتی کشما دھرتا۔ خود ضبطی اور علم کے بل غالب آئے۔ دیتری کو اپنی طاقتوں پر بڑا گھمنڈ تھا۔ لیکن جب وہ بُری طرح سے ہار کھا گئی تو اُسے اپنی طاقتوں سے ایک گونہ نفرت ہو گئی۔ کہ یہ کسی کام کی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے مجھے آج اس قدر ندامت دلائی ہے اور خفیف کیا ہے۔ چنانچہ ایسا خیال کر کے دیتری بھگوان کی شکتی کا لوہا مان کر اُن کے چرنوں پر گر کر اپنی بدعنوانیوں اور بدسلوکیوں کی وجہ سے معافی کی خواستگار ہوئی۔ اور وہاں سے پھر وہ چلی گئی۔

گوشالا پر بھی یہ اُپسرگ پیش وارد ہوئے۔ لیکن اس دفعہ انہوں نے انہیں خوشی خوشی برداشت کیا۔ اب دکھوں کے لئے رنج کا جذبہ اُس کے دل سے مفقود ہو چکا تھا۔ اسے اُس نے بھی یہ محسوس کر لیا کہ جیون جو الا اُپسرگوں کو سہن کرنے سے ہی چمکتی ہے اُن کے برداشت کرنے سے ہی آتما اُجل اور وِمل ہوتی ہے۔

بھگوان نے پھر اپنا وِہار شروع کیا۔ اور موسم برسات کے آغاز میں راج گرہ نگر میں آئے۔ یہ آٹھواں چترماس تھا۔ اور بھگوان نے اسے اسی نگر میں گذارنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ارادہ کر کے انہوں نے چار مہینے سے بھی زیادہ کا برت اور اپواس کرنے کا عزم کیا۔ اس دوران میں بھگوان کو کسی اُپسرگ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ یہ چترماس چونکہ بالکل امن و امان سے نکل گیا۔ اور اس کے انجام پر بھگوان نے پھر اپنا وِہار شروع کیا۔ اور شہر سے باہر جا کر برت کا پارن کر کے کھانا پان کیا۔ حقیقتاً وہ وہاں ایک عرصہ ٹھہرنا نہ چاہتے تھے کیونکہ لوگ

ان کے بہت زیادہ معتقد ہو چکے تھے۔ اور جوق درجوق آتے تھے بھگوان نے اپنے دل میں سوچا۔ کہ لوگوں کا اعتقاد۔ ان کی یہ پوجا پرتشٹھا ان کی طرف سے یہ تعظیم و تکریم میرے مکتی کے راستہ میں رکاوٹ کا باعث بنے گی میں نے ابھی کرموں کے کئی کھاتے چکانے ہیں۔ اور اگر یہیں ٹھہرا رہوں تو ان کو بیباق اور صاف کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ کسی ملیچھ دھرتی میں جاؤں۔ یا ایسی جگہ جاؤں جہاں کے لوگ مجھے جانتے نہ ہوں۔ کیونکہ وہاں ہی مجھ کو ایسے دوست مل سکتے ہیں۔ جو میرے کرموں کا کھاتہ بیباق چکانے میں مدد دیں۔ یہ باقی ماندہ قرض ہی ہے کہ جو میرے لئے اڑچن پیدا کرتا ہے۔ اور نروان پانے کے راستے میں حائل ہو رہا ہے۔ چنانچہ بھگوان نے یہ نتیجہ کیا کہ کسی نئی جگہ میں چلنا چاہئے چنانچہ وہاں سے فی الفور بہار کر گئے۔

کئی اتہاسوں میں لکھا ہے کہ راج گرہ میں آنے سے پیشتر بھگوان کچھ عرصہ تک کنڈاک کے واسودیو کے مندر میں رہے۔ وہاں سے مدنا نامی دیش میں گئے۔ وہاں بلدیو کے مندر میں دھیان کیا۔ وہاں کے راجہ جت شترو پر ان دنوں دشمن اپنے دانت لگائے تھے۔ اس لئے کرم چاری لوگ بہت ہوشیار اور خبردار رہتے تھے کوئی آدمی بھی پوری تسلی کرائے بغیر شہر میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ بھگوان مہاویر اور گوشالک کے وہاں جانے ہی پہرہ داروں نے ان سے شناخت مانگی۔ لیکن انہوں نے آگے سے کوئی جواب بھی نہ دیا۔ چنانچہ انہیں گرفتار کر کے راجہ کے پاس لے گئے۔

جب راج سبھا میں ان کو لے کر پہنچے اس وقت استھک گاؤں کا رہنے والا جیوتشی اتپل بھی بیٹھا تھا۔ وہ اپنے گاؤں میں بھگوان کے درشن کر چکا تھا۔ اس نے پہچان لیا۔ اور فوراً کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ ارے! یہ تو کوئی جاسوس نہیں۔ یہ تو راجہ سدھارتھ کے پسر دھرم چکرورتی تیرتھنکر ہیں۔ چکرورتی کی علامات کو بھی مات کرنے والے پتا ناتھ نروان

کے جسم پر دیکھو۔ انپل کے ایسا بتلانے پر راجہ جت شترو نے بھگوان اور گوشالک کو باعزت رہا کر کے ان سے معافی مانگی

لوہا رگلا سے بھگوان نے پُری متال کی طرف وہار کیا اور شہر کے باہر ہی شکٹ مکھ نامی باغ میں کچھ وقت تک دھیان کیا۔ اس جگہ وگر شراوک نے آپ کی سیوا کی۔ پُری متال سے اناگ گھومی ہوتے ہوئے آپ راج گرہ پہنچے تھے اور وہاں چترماس گذارا۔ جیسا کہ اوپر عرض ہو چکا ہے۔

نواں چترماس اور دُکھوں کا طوفان

جیسے پہلے لکھا جا چکا ہے بھگوان نے اس موقعہ پر سوچا کہ ابھی مجھے بہت سے کرم کھپانے باقی ہیں۔ اس لئے کسی انارید دیش میں وہار کر کے سہائکوں کی مدد سے جلدی انہیں ختم کرنا چاہئے۔ یہ سوچ کر آپ نے لاڑھ کے وجر بھومی اور شدھ بھومی جیسے انارید علاقوں میں سفر کرنا شروع کیا۔ ایسے علاقہ میں جانے کا نتیجہ آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ حقیقت میں اس نتیجہ کو بھگتنے کے لئے ہی دیدہ دانستہ انہوں نے ان علاقوں میں دورہ لگایا۔ انارید لوگوں کی نظروں میں تو بھگوان گویا ایک تماشا کی شے تھے۔ جہاں بھی وہ لوگ انہیں دیکھتے تو دق کرنے لگتے۔ ان لوگوں کے خیالات ناپاک کلام غلیظ اور اعمال بد تھے۔ تنگ کرنا۔ تشدد کرنا۔ اور ہلاک کر دینا۔ ان کا روزمرہ کا معمول تھا۔ بالوں کہئے کہ بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ یہ باتیں کھیل کھیل میں ہی کر دیتے تھے۔ وہ ایسے کام کر کے روزی کمانے میں کوئی دریغ نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی ایسی گندی زندگی بسر کرنے میں انہیں کوئی شرم تھی۔ بلکہ اس میں حظ محسوس کرتے تھے

اگر ہم اپنی طرز رہائش اور اپنے آرام و آسائش کا مقابلہ بھگوان کی

اس زندگی سے کریں کہ جیسا وہ اتنی سخت ادھینی جھیلتے تھے تب بھگوان کی مہانتا کا کچھ اندازہ لگے ہمارے خیالات اور بھگوان کے وچاروں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگرچہ ہمارے پاس کوئی خاص طاقت یا اختیار بھی نہیں، تاہم ہم دنیاوی لطف و لذت حاصل کرنے کے لئے مختلف قسم کے گناہ اور جرائم کرتے ہیں کئی طرح کی بداعتدالیاں عمل میں لاتے ہیں۔ بے اندازہ بداعمال کے مرتکب ہوتے ہیں۔ دنیا سے جو تھوڑی مائنہ سکھ مل سکتا ہے۔ اس کے حصول کے لئے ہی زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ دن رات چیخ و پکار کرتے ہیں [illegible] مارے [illegible] رہتے ہیں۔ ہم اپنی مذموم اور نکمی خواہشات کی تکمیل کے لئے شب و روز خود غرضی کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ اور اس میں دھرم ادھرم۔ جائز ناجائز۔ نیک و بد۔ واجب غیر واجب۔ انصاف بے انصافی۔ دیانتداری یا بددیانتی کی کوئی تمیز نہیں کرتے ہمارا خبط ہی یہی سمایا ہوا ہے کہ ہماری خواہشات پوری ہوں جیسے کیسے بھی ہوں پرواہ نہیں خواہ طریقہ کوئی برتا جائے۔ چال کوئی چلی جائے۔ راہ کوئی اختیار کی جائے۔ نہ ہمیں شرافت کا خیال ہے نہ آدمیت کا دھیان ہے اور نہ انسانیت کا پاس ہے۔ ہم یہ بھی نہیں دیکھتے کہ ہم عقل سے کام لے رہے ہیں یا بے وقوفی سے ہمیں تو اپنی مرضی کا بھی کچھ پاس نہیں اور پھر جو ہماری نکتہ چینی کرے ہمارے رویہ کے متعلق اعتراض اٹھائے اسکو ہم اپنا دشمن جانتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم من مانی کارروائیاں کریں۔ لیکن ہمیں پوچھنے والا کوئی نہ ہو۔ ہم جیسے چاہیں کھل کھیلیں۔ لیکن ہماری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ چھوٹی انگلی تک بھی کوئی نہ اٹھائے۔ یہاں پر ہی بس نہیں ہوتی ہم اس سے بھی بہت آگے جاتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے نکتہ چینیوں کو ہی تباہ کر دیں۔ ان کو کچل ڈالیں ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں جب ہمارا

رویہ ایسا ندارانہ طور پر محض نقطہ چینی کرنے والوں کے متعلق ہے۔ اگر ان کے ساتھ بھی ہم یہ بدسلوکی اور سفاکی روا رکھ سکتے ہیں تو جو انسان ہم کو جسمانی اذیت دیگا۔ اس کے ساتھ ہم کیا کچھ نہ کر گذرینگے لیکن ہم ایسے اعمالِ بد اور افعالِ قبیح کے نتیجہ کا کبھی خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ جو کوئی بھی ہم دھرم کا کام کرتے ہیں، یا کسی سے نیکی کرتے ہیں تو اس کے معاوضہ کی تو فوراً امید لگاتے ہیں۔ غرضیکہ ہماری حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ہم ہر طرح سے اپنے آپ کو تباہی کی غار کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ہم کئی ایسے ہمدردانہ کام کرتے ہیں جن کی غرض محض دکھاوا اور نمائش ہوتی ہے۔ ہم اوروں سے تو ہمدردی کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن اپنے آپ پر ترس نہیں کھاتے۔ اپنی تباہی اپنے ہاتھوں سے بے طرح کر رہے ہیں۔ وائے ہم! کیسا زمانہ آیا ہے۔ کیا وقت آپہنچا ہے۔ اس وقت کے انسان زمین کی پیاس انسانی خون سے بجھا رہے ہیں۔ اور اس کے کھیتوں میں لاکھوں آدمیوں کی ہڈیاں توڑ توڑ کر بطور کھاد ڈال رہے ہیں۔ آجکل کے خوفناک جنگ یہی منظر پیش کر رہے ہیں۔ ایک قوم دوسری قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتی ہے۔ ایک ملک دوسرے ملک کی بربادی کرنے پر تلا ہوا ہے۔ ایک مذہب دوسرے کا نام و نشان تک مٹانے کے لئے کمربستہ ہے۔ ایک تہذیب دوسری تہذیب کی بیخ کنی اور خاتمہ کرنے کے لئے ادھار کھائے بیٹھی ہے ایک طرز حکومت دوسرے طرز حکومت کا فاتحہ پڑھنے کے لئے اپنی پوری کوشش کر رہا ہے۔ ایک شریعت دوسری شریعت کو نابود کرنے اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگائے بیٹھی ہے۔ امن و سکون کا نام تک نہیں۔ جگہ جگہ بے چینی، بد امنی، اضطرابی، بیقراری، بد اعتمادی کا دور دورہ ہے۔ آج ہماری حالت تو یہ ہے۔ اور پھر اس پر ہمیں فخر ہے کہ ہم بڑے ہوشیار اور دانا ہیں۔ بڑے معاملہ فہم اور بڑے سیاست دان ہیں۔

اعمال کا تو حال یہ اور کرتے ہیں پھر بھی گھمنڈ اس سے زیادہ اور کیا بدبخت بن سکتے ہیں ہم

لیکن بھگوان مہاویر کی تو حالت ہی اور تھی ۔ وہ دنیا میں شانتی کا راج قائم کرنا چاہتے تھے ۔ دنیا کے تمام جھگڑے فساد، ظلم و جبر، خون خرابے ختم کر دینا چاہتے تھے ۔ اپنی مثال سے وہ دکھا رہے تھے ۔ کہ دکھ دینے کے بجائے دکھ سہنا چاہیئے اوروں کو نشانہ بنانے کی بجائے خود نشانہ بننا چاہیئے ۔ وہ نہ صرف یہ کہ دکھوں یا اُپسرگوں سے خائف نہ ہوتے تھے بلکہ اُن کی کھوج میں جا بجا پھرتے تھے ۔ ان کو خوش آمدید کہتے تھے ۔ اسی لئے وہ اناریہ علاقوں میں گئے تھے ۔ وہ اپنے پر ظلم کرنے والوں اور نقطہ چینی کرنے والوں کو اپنا خیر خواہ اور دوست جانتے تھے ۔ اگرچہ یہ صفت بھگوان مہاویر جیسے مہاپرشوں میں ہی پائی جاتی ہے لیکن پھر بھی یہ کسی کی خاص ملکیت یا میراث نہیں ہے ۔ ہر ایک انسان بھی اور لگاتار کوشش سے اسکو حاصل کر سکتا ہے ۔ وہ بھی اُسی درجہ اور اسی مقام پر پہنچ سکتا ہے ۔ جہاں بھگوان مہاویر پہنچے تھے ۔ بھگوان مہاویر بھی ہماری طرح ابتدا میں ایک معمولی آتما تھے ۔

جین دھرم کی فلاسفی کا یہ بنیادی اصول ہے کہ جو بھی اپنے کرموں کا خاتمہ کر لیگا ۔ وہ اُسی اعلیٰ مقام پر پہنچ جائیگا ۔ اور ایک دن وہ بھی بھگوان یا تیرتھنکر بن سکتا ہے جس طرح سے ایک بادشاہ کو اپنے سپاہیوں اور ان کے کرنیلوں کی ملک کے فتح کرنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے ۔ اسی طرح سے بھگوان مہاویر جو کہ اپنے کرم روپی شترو پر فتح پانا چاہتے تھے ۔ اور موکش کی سلطنت کے شہنشاہ بننا چاہتے تھے وہ بھی اپنے سپاہیوں کی مدد لیتے تھے یعنی وہ اناڑی لوگ جو اُن کو اُپسرگ (اذیتیں) دے سکیں ۔ اپنے کرموں کو ختم کرنے کا یہ کیسا اونچا خیال تھا ۔ سب سے میل ملاپ رکھنے کا کتنا پوتر بھاؤ تھا ۔ دل کی کتنی فراخی اور وسعت تھی ۔ دکھ برداشت کرنے کی کتنی سچی خواہش تھی اور کتنا بے خوفی کا رویہ تھا ۔ کتنے دل کو ہلا دینے والے وسائل تھے ۔ کتنے زبردست عزم اور ارادے تھے ۔ کتنا اعلیٰ مقصد تھا ۔ اور کتنا لطیف جذبہ تھا ۔

جب تک یہ تمام باتیں یکجا اکٹھی نہ ہوں تیرتھنکر کا درجہ نہیں مل سکتا
کرم کے بندھن کو بہرحال تار تار کرنا ہوتا ہے۔ طیش۔ غرور۔ بغض۔
چھوٹی رغبت اور حرص کے جذبات کو ملیامیٹ کرنا ہوتا ہے اور خود ضبطی
اعتدال اور نفس کشی کو جزوِ زندگی بنانا ہوتا ہے۔ تب کہیں جا کر آتما
کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔

اناریہ لوگ اس قدر بے رحم، منہ زور اور بداخلاق تھے کہ جونہی وہ
بھگوان مہاویر کو دیکھتے۔ انہیں ہتھوں سے پیٹنے لگتے۔ اور
فحش کلامی کرتے تھے۔ ان میں سے بعض تو بھگوان پر کھیل اور مذاق میں
ہی مٹی رتیا اور کیچڑ پھینکتے تھے۔ اور بعض ان کے پیچھے کتے لگا دیتے تھے۔
مگر دھیان کرنے کی بات ہے کہ کتے جانور ہو کر بھی اتنے بے رحم اور سفاک نہ
تھے۔ جتنے ان کے آقا تھے۔ کیونکہ جب وہ ان کے پاس جا کر محسوس کرتے
تھے۔ کہ وہ انسان اتنا نرم دل، رقیق القلب، رحمدل اور شریف النفس
ہے تو وہ انہیں کاٹتے نہ تھے۔ لیکن ان کے مالکان کی شرارت اور بے حیائی ملاحظہ
ہو۔ کہ وہ مار پیٹ ترغیب دیکر کتوں کو ان پر چھوڑتے تھے۔ جہاں کہیں بھگوان
اپنی شب باشی کے لئے جگہ دیکھنے کو جاتے وہاں سے وہ انہیں مار پیٹ کر دھکے
مار مار کر نکال دیتے۔ بھگوان نے چونکہ مون برت دھارن کیا ہوا تھا۔ وہ نہ
تو آگے سے بولتے تھے نہ کوئی اعتراض اٹھاتے تھے۔ چونکہ وہ ان سوالات
کا جواب تک بھی نہ دیتے تھے۔ اس لئے وہ دشٹ لوگ بھگوان کو زیادہ
تندی اور سختی سے صعوبتیں دیتے تھے اور پھر جب وہ نہایت بدبخت
لوگ دیکھتے کہ اتنی مار کھا کر اور اتنا پیٹا جا کر بھی نہ تو وہ روتا ہے نہ
چلاتا ہے، نہ کوئی غم و غصہ دکھاتا ہے۔ تو بجائے اس کے کہ ان کے دل میں
رحم آئے۔ وہ اسے پکا چور سمجھتے تھے۔ اور اسے باندھ کر بڑی بے
دردی سے بید لگاتے تھے۔ پھر بھی بھگوان بدستور سابق شانت اور

ہشاش بشاش رہتے اور تمام اذیتیں خوشی خوشی سہتے اور اپنے ستانے اور پیٹنے والوں کے متعلق ذرہ بھر بھی غصہ یا حقارت نہ دکھاتے تھے۔ جو کبھی کھنڈر یا اجاڑ جنگل مل جاتی تھی۔ وہاں اپنا وقت کاٹ لیتے تھے اور اگر وہ بھی نہ ملتا تھا۔ تو وہ کسی درخت کے نیچے ہی سمادھی لگا کر اپنا وقت نکال لیتے تھے ان ایام میں برت کے پارن کرتے وقت جو بھی جیسے کیسے سوکھی روٹی کے ٹکڑے دستیاب ہو جاتے اُن پر اکتفا کرتے تھے۔ بعض دفعہ تو وہ کچھ کھائے بغیر ہی اپنا وقت نکال لیتے تھے یعنی برت لمبا کر لیتے تھے۔ لیکن تپسیا برابر کرتے رہتے تھے۔ نہایت حیرانی کی بات یہ تھی کہ سردی اتنی کڑاکے کی پڑتی تھی۔ تو بھی بھگوان ننگے بدن درخت کے نیچے کھلی ہوا میں دونوں ہاتھ پسار کر وقت گزار لیتے تھے یا تالابوں اور ندیوں کے کنارے پر بتاتے تھے۔

موسم گرما میں ان کی تپسیا اور بھی زیادہ کڑی ہوتی تھی۔ جب گرم لوئیں چلتی تھیں اور سورج کی تیز کرنیں جسم کو جھلس دینے والی ہوتی تھیں۔ وہ پہاڑوں کی نہایت گرم چٹانوں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور دھیان میں مگن ہو جاتے تھے۔ یہ حالت کوئی ایک دو دن نہ رہتی تھی بلکہ ہفتوں تک چلتی تھی۔ اس طرح خوشی خوشی جسمانی اور دماغی تکالیف برداشت کرتے ہوئے اور ان اناری لوگوں کے علاقہ میں گھومتے ہوئے بھگوان مہاویر نے نواں چوماسہ گزار لیا۔ اپسرگوں کا جو تانتا اور دکھوں کا جو سلسلہ اس عرصہ میں بھگوان پر چلتا تھا۔ اس کا مزید ذکر کر کے قارئین کرام کے من کو دکھی نہیں کیا جاتا۔ لیکن ان تمام تکالیف اور اذیتوں نے بھگوان کے کرموں کا کھاتہ پاک کرنے میں بڑی امداد دی۔ اس لئے وہ ان تکالیف اور دکھ دینے والوں کے بڑے مشکور تھے۔ بھگوان مہاویر کے ساتھ گوشالک نے بھی یہ تمام اپسرگ سہن کئے۔ جب چوماسہ ختم ہوا۔ تو بھگوان نے اناریہ دیش کو چھوڑ کر پھر وہار کرنا شروع کیا۔

گوشالا کا بھگوان کی گیان شکتی آزمانا

اناریہ لوگوں کے علاقہ میں چھ ماہ تک دکھوں کا طوفان برداشت کر کے بھگوان آریہ لوگوں کے علاقہ میں وہار کر گئے۔ اور سدھارت پور ہوتے ہوئے کورم گاؤں جا پہنچے۔ ایک جگہ اتفاق سے گوشالک نے تل کا ایک پودا دیکھا جس پر سات پھول لگے ہوئے تھے۔ وہ وہاں کھڑا ہو گیا۔ اور بھگوان کی گیان شکتی کا امتحان لینے کے لئے پوچھنے لگا۔ بھگون! کیا یہ پودا پھل جائے گا۔ اور جو آتمائیں ان سات پھولوں میں اس وقت موجود ہیں۔ وہ پھر کہاں جائینگی یعنی وہ کس جگہ جنم لیں گی؟

بھگوان نے جواب دیا۔ بھائی گوشالا! یہ پودا ضرور پھلیگا اور جو آتمائیں اس وقت پھولوں میں ہیں وہ تل کے بیجوں میں چلی جائیں گی۔ گوشالا کا شکتی میں اسبات کا قائل نہ ہو سکا۔ اور چونکہ وہ بھگوان کی گیان شکتی کی آزمائش کرنا چاہتا تھا۔ وہ پیچھے رہ گیا اور بھگوان کی بات کو جھٹلانے کے لیے اس نے وہ پودا اکھاڑ کر دور پھینک دیا۔ ایسا کرکے وہ جلدی سے بھاگ کر بھگوان کیساتھ جا ملا۔ اور وہ دونو کورم گاؤں میں جا پہنچے جس جگہ گوشالک نے وہ پودا اکھاڑ کر پھینکا تھا وہاں سے ایک گائے گذری۔ اس کا پاؤں جڑوں پر پڑا۔ زمین گیلی تھی وہ جڑیں زمین میں دھنس گئیں اور پودا سیدھا ہو کر پھر زمین میں لگ گیا۔ گائے کے کھر سے وہاں چھوٹا سا گڑھا بھی پڑ گیا۔ اور اس میں ادھر ادھر سے بارش کا اور دوسرا پانی اکٹھا ہو گیا۔ وہ پودا جو اس وقت تک کچھ کملا گیا تھا۔ کافی پانی ملنے سے زمین اچھی ہونے اور پھر دھوپ اور تازہ ہوا کے ملنے سے جلدی ہی ہرا بھرا ہو گیا اور پھر پک گیا۔ اور بھگوان کے زبان کے مطابق وہ روحیں جو پھولوں میں تھیں وہاں سے مر کر تلوں میں چلی گئیں۔

کُورم گاؤں میں بھگوان کا گوشالا کو بچانا

کورم گاؤں کے باہر ایک باغ میں ویشیائن نامی ایک سادھو رہتا تھا۔ وہ سیٹھ یوگ کریا کی ایک تپسیا کرتا تھا یعنی اوندھے منہ ہو کر دھوپ کی طرف منہ کر کے پرانا یام کرتا تھا۔ اس کے بال بہت بڑھ گئے تھے اور اس میں جوئیں بھر گئی تھیں۔ دھوپ سے ویاکل ہو کر بعض دفعہ جوئیں جٹاؤں میں سے نیچے گر جاتی تھیں۔ لیکن وہ سادھو انہیں پھر اٹھا کر اپنے سر میں ڈال لیتا تھا۔ گوشالا نے جب یہ نظارہ دیکھا۔ تو اس نے حقارت بھری نگاہ سے اسے کہا۔ کہ تم سادھو ہو یا جوؤں کا بھنڈار؟ کیا کوئی آدمی محض جوؤں کو اپنی جٹاؤں میں لینے سے سادھو بن سکتا ہے؟ تم نے یہ کوتک محض لوگوں کو ٹھگنے کے لئے بنایا ہے۔" اس سادھو نے گوشالا کی طعنہ آمیز باتیں شانتی سے سن لیں۔ لیکن ایک لفظ تک منہ سے نہ کہا۔ اب گوشالک زیادہ گستاخ ہو گیا۔ اور تین بار اسی طرح یہ چھبتی ہوئی باتیں اس سادھو کو کہیں تب اس سادھو نے طیش میں آ کر اپنی روحانی طاقت کی ایک لہر چھوڑی جس کو تیجو لیشیا کہتے ہیں۔ گوشالا نے دیکھا کہ آگ کے تیر سے اس کی طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں تب وہ چیخ اٹھا۔ بھگوان! مجھے بچائیے۔ وہ شعلے مجھے اپنی لپیٹ میں لے کر ختم کر دینگے۔ اس کی پکار سنکر بھگوان نے تیجو لیشیا کو شانت کرنے کے لئے اپنی روحانی طاقت کا ہتھیار شیتل[2] لیشیا چھوڑ دیا۔ بھگوان نے ٹھنڈک بھری نگاہ گوشالا پر ڈالی اور فوراً ہی ان شعلوں کا اثر زائل ہو گیا۔ اس سادھو کو اپنا وار خالی جانے پر بڑی حیرانی اور شرمندگی ہوئی۔ اسکو خواہش ہوئی کہ اس مہاپُرش کے درشن کرے جس نے اس کے اس زبردست اور ایسے خطرناک ہتھیار کو بیکار کر دیا ہے۔ وہ فوراً بھگوان

1. [illegible]

کی سیوا میں گیا۔ ان کے قدم چھوئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ بھگون! میں آپ کی اس عظیم الشان آتمک شکتی سے بے خبر تھا۔ برعکس اس کے مجھے اپنی تپسیا کی شکتی کا بڑا گھمنڈ تھا۔ لیکن آج آپ کی شکتی دیکھ کر اور آپ کے درشن چھو کر میرا سارا گھمنڈ ختم ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ پاپ جو میں نے انجان پنے میں کیا ہے۔ آپ مجھے کشما کر دینگے"۔ بھگوان مہاویر نے ہنستے ہوئے فرمایا۔ کہ آپ کچھ خیال نہ کریں۔ تب وہ سادھو اپنے مقام پر واپس آ گیا۔

جب وہ سادھو چلا گیا تو گوشالا پوچھنے لگا۔ بھگون! یہ تیجو لیشیا کی شکتی کیسے حاصل کی جا سکتی ہے؟ تو بھگوان نے کہا کہ اس طاقت کو حاصل کرنے کیلئے انسان کو کم از کم چھ ماہ تک سخت تپ کرنا پڑتا ہے۔ دن بھر میں اُبلے ہوئے اُڑد کی صرف ایک مٹھی کھا کر گرم پانی پینا پڑتا ہے۔ اور ہاتھ پھیلا کر سورج کی طرف منہ رکھنا پڑتا ہے۔

بھگوان مہاویر تب کورم گاؤں سے روانہ ہو کر سدھارتھ پور کی طرف گئے۔ جب وہ اسی تل کے پودے کے پاس پہنچے تو گوشالک کہنے لگا۔ بھگون! جب ہم جاتے ہوئے اس راستہ سے گذرے تھے۔ تو ہم نے تلوں کا ایک پودا دیکھا تھا آپ نے میرے پوچھنے پر فرمایا تھا۔ کہ وہ پودا ضرور پھلے گا۔ اور ساتوں پھولوں کی روحیں تلوں میں چلی جائینگی۔ لیکن مہاراج تل تو کہاں ہونے تھے۔ وہ تو پودا ہی یہاں سے غائب ہے۔ اس پر بھگوان نے فرمایا گوشالا وہ پودا اُس جگہ دیکھ جہاں تو نے اسے اکھاڑ کر پھینکا تھا۔

گوشالا وہاں گیا۔ پڑا ہوا تل کا پودا دیکھا۔ اس کے ساتھ ایک پھلی لگی ہوئی تھی۔ اس نے اسے توڑا اور حیران رہ گیا۔ جب اس میں سے پورے سات ہی تل نکلے۔ یہ واقعہ دیکھ کر گوشالک کے من میں سچا سادھو بننے کی بھاؤنا اور بھی پختہ ہو گئی۔ اور اسے پنر جنم کے اصول کا بھی یقین ہو گیا۔

گوشالہ کا تیجو لیشیا حاصل کرنا اور اُسکا ناجائز استعمال

اب گوشالہ کے من میں ایک بار پھر یہ خواہش ہوئی کہ بھگوان سے جدا ہو جائے۔ وہ اب تک اپنی خواہشات کی مخالفت کو دور نہ کر سکا تھا اگرچہ وہ سادھو بن چکا تھا لیکن ابھی تک یہ بات اُس کے دماغ میں نہ بیٹھی تھی کہ کرودھ اور لوبھ بھی خواہشات کے نتیجے ہیں جو انسانی گراوٹ کا باعث بنتے ہیں۔ خواہشات کا غلام بننا ہی ایک دائمی تنزل ہے۔ اِسکے زیر اثر انسان ایسا اندھا بن جاتا ہے اور اس کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑ جاتا ہے کہ وہ نیکی بھلائی کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اِس سے آتما پر تشدد اور مظالم کا بوجھ ہوتا ہے یہ انسان کی ایک کج فہمی اور روحانی زوال ہے اس سے سنسار کے سمندر کا دکھ لگتا ہے۔ پاپ بڑھتے ہیں۔ دُکھ ملتے ہیں اور بندھن بڑھتے ہیں۔ اس سادھو کی تیجو لیشیا دیکھنے کے بعد گوشالک کے من میں خواہش ہوئی کہ وہ بھی ایسی طاقت حاصل کرے۔ اور اسی کے کارن سے وہ بھگوان سے جدا ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ بھگوان سے رخصت لیکر وہ شراوستی نگر میں پہنچا۔ اور وہاں ایک کمہار کے باغ میں ڈیرا جمایا۔ اور تیجو لیشیا پراپت کرنے کے لئے وہ سادھن فراہم کرنے لگا۔ چنانچہ مقررہ میعاد کے لیے اُسکو کامیابی حاصل ہوگی یعنی تیجو لیشیا کی شکتی اس میں آ گئی۔ اب اسکو اگلی خواہش یہ ہوئی کہ اس طاقت کی آزمائش کسی دن اسی گاؤں میں کرے۔ اسلئے اپنے مقام سے چل کر وہ ایک کنوئیں پر آیا۔ اور وہاں بیٹھ گیا۔ اور سوچنے لگا کہ کس طریق سے اُس کو جوش آئے اور غصہ کی آگ بھڑکے تاکہ تیجو لیشیا کو آزماؤں۔ اس خیال کے فوراً بعد ہی ایک لڑکی کنوئیں سے پانی بھرنے آ گئی۔ گوشالک نے سوچا کہ غصہ کو بھڑکانے کے لئے اس لڑکی کا گھڑا پتھر سے توڑ دیا جائے چنانچہ اس نے

ایک پتھر اُٹھا کر گھڑے پر دے مارا۔ گھڑا ٹھیکری ٹھیکری ہو گیا۔ قدرتی طور پر اس لڑکی کو بڑا رنج ہوا۔ اور غصہ میں آکر اُس نے گوسالک کو سینکڑوں صلواتیں سنائیں۔ جب اُس نے کچھ تلخ گالیاں نکالیں تو گوشالک کو بھی طیش آگیا۔ اور اس نے اپنے تیجو لیشیا کی لپٹ اس پر چھوڑی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بچاری لڑکی جل کر خاک ہو گئی۔ گوشالا اس نتیجے سے خوش ہوا کہ اس کو یہ سدھی ٹھیک حاصل ہو گئی ہے۔ اُس نے نِمِت شاستر پڑھ کر سکھ دکھ نفع نقصان۔ جینا مرنا ان چھ باتوں کے متعلق بچن سدھی حاصل کی۔ تیجو لیشیا۔ اور نِمِت گیان جیسی غیر معمولی طاقتیں حاصل کر لینے سے گوشالا کی عظمت بڑھ گئی۔ روز انہ اس کے بھگتوں اور چیلوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ معمولی فقیر گوشالک اب ایک آچاریہ بن گیا اور ایک سمپردائے کا پیشوا بن کر گھومنے لگا۔ اس کا نام اس نے آجیوک رکھا۔ اور اپنے آپ کو تیرتھنکر ظاہر کیا۔

بھگوان کا دسواں چوماسہ

سدھارتھ پور سے بھگوان ویشالی گئے۔ ایک دن ویشالی کے باہر آپ دھیان میں کھڑے تھے کہ اُس وقت نگر کے کچھ لڑکے کھیلتے کھیلتے وہاں پہنچے اور بھگوان کو پشاچ سمجھ کر انہیں ستانے لگے۔ اسی وقت راجہ سدھارتھ کا دوست گن راج شنکھ بھی اتفاقاً وہاں آپہنچا۔ اس نے لڑکوں کو وہاں سے بھگا دیا۔ اور خود بھگوان کے چرنوں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔

ویشالی سے آپ موسم برسات کے آغاز میں وانجیہ گرام پہنچے۔ ان دونو مقامات کے درمیان ایک گنڈکی ندی پڑتی تھی۔ جو آپ نے بذریعہ کشتی پار کی۔ پار پہنچنے پر ملاح نے کرایہ مانگا اور جواب نہ ملنے پر اس نے بھگوان کا راستہ روک لیا۔ اسی وقت شنکھ راج کا بھانجا چتر وہاں آنکلا۔ اور اُس نے ملاح کو بھگوان کے متعلق آگاہ کیا۔ بھگوان نے دسواں چاتر

ماس واجیہ گرام میں ہی گذارا۔ اور دھیان میں لگے رہے اس گاؤں میں ایک گاتھاپتی شرمن اُپاسک رہتا تھا جس کا نام آنند تھا۔ وہ کیشی شرمن کا پیروکار تھا اور اپنی ساری عمر میں دو دو روز کا برت کرتا تھا۔ وہ چھٹھم تپ کے ساتھ آتاپنا بھی کرتا تھا تپسیا کے وقت وہ سخت گرمی میں سورج کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو جاتا تھا۔ ایک دن اتفاقاً اس نے بھگوان مہاویر کے درشن کئے۔ اس نے بھگوان کو ساشٹانگ پرنام کیا۔ اور کہنے لگا" پربھو! آپ دھنیہ ہیں جو جسمانی اور دماغی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ ان کو سہن کرنے کا اور نہ کسی میں حوصلہ ہے نہ ہمت اور یہ تمام اذیتیں آپ نے آج تک کتنی شانتی اور خوشی سے جھیلی ہیں۔ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ کشما کرنے میں آپ اپنی مثال آپ ہیں۔ اپنے جسم اور جان کی طرف سے آپ کی لے نیازی بھی اپنا نمونہ آپ ہی ہیں۔ میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو کیول گیان حاصل ہونے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔"

واجیہ گرام سے بھگوان شراوستی کو گئے اور دکیشا کے دسویں سال کا باقی حصہ وہیں بسر کیا۔ اس جگہ بھی بھگوان نے بڑے تپ اور یوگ کریاؤں کی سادھنا کی۔

دکیشا کا گیارہواں سال

شراوستی سے بھگوان مہاویر نے "سانو سٹھیہ" گاؤں کی طرف وہار کیا اُس جگہ آپ نے کئی دن تک لگاتار کٹھن تپسیا کی۔ پہلے انہوں نے دھیان میں کھڑے ہو کر "بھدر پرتما" کا آرادھن کیا۔ اس تپسیا میں دو دن کے لئے کھانا پانی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پہلے دن بھگوان پورب کی طرف منہ کرکے دھیان میں کھڑے رہتے اور اپنے سامنے کی طرف صرف ایک ہی چیز پر نگاہ جمائے رکھتے۔ اگلی رات بھی اسی طرح کھڑے کھڑے دکھن کی طرف منہ

کرکے دھیان میں لگے ہوئے ہی نکل گئی۔ اگلے روز دن کے وقت پچھم کی طرف منہ کرکے اور رات کو اُتر کی طرف منہ کرکے دھیان کرتے رہے۔ اس طرح سے یہ آرادھنا تو پوری ہو گئی۔ لیکن تیسرے روز بجائے بھوجن کرنے کے انہوں نے ایک اور آرادھنا جسے "مہابھدر" پرتما کہتے ہیں شروع کر دی۔ اس میں چار یوم تک کسی قسم کا بھی کھانا پینا بالکل منع ہے۔ بھگوان مہاویر نے یہ چار دن بھی دھیان میں گذارے۔ دن اور رات کو صرف وہ اپنے چہرے کا رُخ حسب تفصیل بالا بدل لیتے تھے۔ اب ساتواں دن برت پارن کرنے کا تھا لیکن اُس دن بھی وہ بھوکے پیاسے ہی رہے اور تیسری آرادھنا جس کو "سروتو بھدر" کے نام سے پکارا جاتا ہے شروع کر دی۔ اس آرادھنا میں دس دن تک بغیر کھانے پینے کے رہنا پڑتا ہے۔ بھگوان نے یہ دس دن بھی دھیان میں دسوں دشاؤں میں رُخ پھیر پھیر کر اپنی نگاہ ایک جگہ جما کر گزار دئے۔ اس سولہ دن کی کٹھن تپسیا کے بعد جو بغیر ایک دانہ کھائے یا ایک گھونٹ پانی پئے کی گئی۔ بھگوان اپنے اُپواس کا پارن کرنے کے لئے ایک ساتھ کے گاؤں میں گئے۔ وہاں ایک گرہستی آنند نامی کی داسی برتن صاف کرنے لگی تھی پکانے کے برتنوں میں لگا ہوا کھانا اور سبزی وغیرہ وہ ایک کٹورے میں ڈال کر پھینکنے جا رہی تھی۔ کہ ادھر سے بھگوان پہنچ گئے۔ داسی نے پوچھا کیا کام ہے مہاراج؟ بھگوان نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ اپنے ہاتھ پھیلا دئے داسی نے شردھا سے وہی برتنوں کا بچا کھچا کھرچا ہوا انّ بھگوان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ بھگوان نے کوئی گھرنا یا ناپسندیدگی یا خوشی کا اظہار نہ کیا۔ بلکہ پریم سے وہی چیزیں ملا کر کھڑے کھڑے کھا لیں۔ تب بھگوان وہاں سے آگے وہار کر گئے۔

گوشالا کی نسبت پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اس نے دو سدھیاں حاصل کر لی تھیں۔ اور اس نے ایک نئی سمپردائے چلائی جس کا نام آجیوک رکھا۔ وہ لوگوں کو جیون مرن، ہانی لابھ اور دکھ سکھ کی باتیں سنا کر ان کو اپنا چیلا اور سمپردائے بنانے لگا۔ عام لوگ چونکہ اس وقت دکھ کا زمانہ گذار رہے تھے

وہ اس کی باتیں سنکر کچھ سادھی پائے۔ اور گوشالک میں ان کی شردھا ہونے لگی
یہی وہ وقت تھا جب لوگوں کو چوبیسویں تیرتھنکر کا انتظار تھا۔ دنیا کی حالت
سے، قدرت کے آثار سے، مہاتماؤں اور شاستروں کے فرمان سے اور تجربہ سے
یہ معلوم ہو رہا تھا کہ آخری تیرتھنکر دنیا میں ظاہر ہونے والا ہے۔ اس موقعہ
پر گوشالک نے اعلان کر دیا کہ میں ہی وہ آخری چوبیسواں تیرتھنکر ہوں۔
اور اپنے تیرتھنکر ہونے کا یقین دلانے کے لئے اس نے کئی نا معقول اور جاہلانہ
طریقے اختیار کئے۔ کبھی تو وہ لوگوں کو اپنی سدھی کی طاقت دکھاتا تھا کبھی
وہ اپنے خوشامدوں کی معرفت اپنی شہرت پھیلاتا تھا۔ اور کبھی کبھی اپنے علم
جیوتش کے ذریعہ لوگوں کو آئندہ زندگی کے واقعات بتاتا تھا۔ اس وجہ
سے بعض لوگ حقیقتاً اسے چوبیسواں تیرتھنکر ماننے لگ گئے جبکہ گوشالا اس
طرح سے دنیاوی شہرت کے لئے جدوجہد کر رہا تھا بھگوان مہاویر کیول گیان
حاصل کرنے کے لئے کوشاں تھے اور چونکہ وہ گیان ابھی حاصل نہ ہوا تھا۔ اسلئے
اس سے قبل انہوں نے دنیا والوں کو اپدیش دینا مناسب نہ سمجھا بلکہ سخت سے
سخت تپیا اور دھیان کرنے میں لگے رہے۔ عام لوگوں نے بھگوان کے چمتکار
ابھی نہیں سنے تھے۔ اسلئے اس میں کوئی حیرانی نہ تھی۔ کہ لوگ گوشالا کی سدھی کی
طاقتیں دیکھ کر اور اس کی باتیں سنکر بڑے محظوظ ہوتے تھے۔ اور اسے تیرتھنکر
سمجھنے لگ گئے تھے وہی مثل تھی کہ اندھوں میں کانا راجہ۔ بعض اوقات
لوگ اس کی قابلیت کو آزماتے تھے لیکن جب وہ اسے ان اوصاف سے عاری
پاتے جو کہ ایک تیرتھنکر میں شاستروں کے فرمان کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اور
جب وہ دیکھتے کہ اس کی بات چیت میں اور اس کے افعال میں کوئی لطافت یا
کوئی دیگر غیر معمولی جمال نہیں ہے تب وہ اس کے تیرتھنکر ہونے کے متعلق شبہ
کرنے لگ جاتے تھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ بہت تھوڑے لوگ ایسے ودوان تھے
جو شاستروں کے فرمان کے مطابق گوشالا کے اوصاف کی پڑتال کر سکتے۔ اسلئے

باوجود شکوک ہونے کے بھی اکثر لوگ اُس کے تیرتھنکر ہونے کے قائل تھے بلکہ وہ اپنے آپ کو گوشالا کا پیرو کہنے لگے قیاس کیا جاتا ہے کہ ایک وقت میں آجیوک سماج کے پیروؤں کی تعداد بھگوان مہاویر کے پیروؤں سے بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ لیکن یہ تو ماننا پڑے گا کہ آجیوک سماج کی حالت اُس وقت وہی ہو گی جو درخت سے گرے ہوئے پتوں کی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج اس سماج کا کوئی ایک فرد بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اور بھگوان مہاویر کے پیروؤں کی تعداد آج بھی بھارت میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہے۔ اگرچہ اڑھائی ہزار سال سے زیادہ عرصہ اُن کو موکش پراپت کر کے دُنیا چھوڑے ہو گیا ہے۔

بھگوان مہاویر پر سنگم دیوتا کا اتیاچار

یہ تمام اُپ سرگ یعنی کرم پھل کی اذیتیں برداشت کر کے بھگوان مہاویر ایک گاؤں پدھانہ نامی میں آئے۔ انھوں نے گاؤں کے باہر ایک جگہ پسند کی۔ اور وہاں سامنے کے ایک درخت پر نگاہ جما کر دھیان میں مگن ہو گئے۔ یہ دھیان اتنی تلینتا سے کیا کہ جین شاستر لکھتا ہے کہ اندر دیوتا نے اس کی تعریف کی۔ "دھیان اور دھیریہ میں بھگوان مہاویر کا کوئی ثانی نہیں۔ یہ اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ انسان تو کیا دیوتا بھی انکو اپنے استقلال سے متزلزل نہیں کر سکتے" باقی دیوتاؤں نے بھی اتفاق کیا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اچھے اور بُرے ہر جگہ ہوتے ہیں۔ جیسے ہر مذہب میں ہر ملک میں ہر قوم میں اچھے آدمی ہوتے ہیں۔ اور بُرے بھی۔ اسی طرح جیسے انسانوں میں نیک و بد دونوں قسم کے آدمی موجود ہیں۔ ایسے ہی دیوتاؤں میں بھی بھلے بُرے ہوتے ہیں نیک

طینت اور بد طینت ہستیاں ہر جگہ موجود ہوتی ہیں جسم کے اندر بھی ایک مقام
یعنی من ایسا ہے جو قابل پرستش ہے کیونکہ اس میں خیالات کی لہر اُٹھتی ہے
جو سادھی رچنا کرتی ہے اور ایک مقام ایسا ہے کہ جس سے غلاظت نکلتی ہے
اور وہ حقیر سمجھا جاتا ہے۔ من بھی دو قسم کے سنکلپ ہوتے ہیں۔ ایک تو جس میں
نیک اور پوتر خیالات اٹھتے ہیں۔ ایسا من تو پوجا کے لائق ہے اور وہ دیوتا
جیسا ہے۔ اور ایک وہ من ہے جس میں ناپاک خیالات اٹھتے ہیں وہ کوڑی کے کام
کا نہیں بلکہ پھینک دینے کے قابل ہے غرضیکہ بھلائی بُرائی سب جگہ ساتھ ساتھ
ہوتی ہیں جہاں دلکش خوبصورت اور خوشبودار گلاب کے پھول ہوتے ہیں
وہاں انگلیوں کو چیر دینے والے نوکیلے تیز کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو دیوتا
اندر کے پاس بیٹھے تھے ان میں جہاں وہ بھی تھے جو بھگوان مہاویر کی ثناگوئی
کرتے نہ تھکتے تھے۔ وہاں کئی ایسے بھی تھے جو بھگوان مہاویر کی اتنی تعریف
سُن کر جل گئے اور کہنے لگے کہ ہمارا اندر کی بات سے اتفاق نہیں۔ کوئی انسان
ایسے اوصاف کا مالک نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے ایک دیوتا جس کا نام سنگم تھا
برافروختہ ہو گیا۔ اور اس کا دل تو جل کر کوئلہ ہو گیا۔ وہ ایک انسان کی اتنی
حمد و ثنا کو برداشت ہی نہ کر سکا۔ حسد و کینہ کے شعلے اس کے دل میں
اُٹھنے لگے۔ ایرشا اور دویش کے اُبال پھوٹ پڑے وہ کہنے لگا۔ دیوتاؤں کا سردار
ہو کر بھی یہ اندر ایک معمولی انسان کی اتنی بڑائی کر رہا ہے جو کہ ایک جگہ بجگہ گھومنے
والا فقیر ہے۔ اندر نے یہ جلال دیوتاؤں کی بزرگی اور ان کے اوصاف کا
ذرا بھی خیال نہیں کیا۔ اندر نے تو گویا یہ شیوہ ہی بنا لیا ہے کہ روز اپنے دیوتاؤں
کی ہیٹی کرے۔ یقیناً یہ دیوتاؤں کی شان کے شایاں نہیں ہے اچھا کوئی بات
نہیں میں کیا اگر سنگم ہوں تو اندر کو جھٹلا کر چھوڑوں گا۔ اور اس کا دعوے
باطل ثابت کر دوں گا۔ چنانچہ میں ابھی جاتا ہوں۔ وہ اس مہاویر کی تپسیا خود بھی
سہن شکتی اور راج آسن کے پیچھے اڑا کر اس کا تمام تپسیا بیکار کئے دیتا ہوں